

”میں صرف ایک بات کہنا چاہتی ہوں
امثال کہ بعض معاملات میں انسان بہت مجبور
ہو جاتا ہے اور اسے خود پر ذرا بھی اختیار نہیں
رہتا۔ میں بھی مجبور ہوں۔ مجھے سبحان کی تمام
خامیوں کا علم ہے۔ میں جانتی ہوں وہ منشیات
کا بھی عادی ہے۔ اور وہ معمولی سی جاب کر رہا
ہے۔ اور جو قصوری بہت اس کی آمدنی ہے وہ
بھی اس کے گھر والوں تک نہیں پہنچ پاتی بلکہ
اس کی نشے کی لت پر لگ جاتی ہے۔ مگر اس
کے باوجود مجھے اس سے ہمدردی ہے۔ کیونکہ
میں اس کے اس دکھ سے واقف ہوں جس سے

نہیں کہتی

جی گنگا ہرادی

قرار کی خاطر وہ نشے کی عادتِ بد میں گرفتار
ہوا ہے۔“

”لیکن ہر کہانی کا ایک اختتام ہوتا ہے۔ اور
یہ اختتام ہمارے علم میں نہیں ہوتا۔ ہم کچھ سوچتے
ہیں مگر کہانی کہیں اور جا کر ختم ہوتی ہے اس
سب کے باوجود انسان کوئی بھی قدم اٹھانے سے
قبل یہ ضرور سوچتا ہے کہ جو منصوبہ میں بنا رہا
ہوں اس کا یہ انجام ہوگا۔ کیا سبحان سے شادی
کے اس فیصلے کا کوئی انجام تمہاری نگاہ میں بھی
ہے؟“

ماں نے خشمگین نگاہوں سے ساثرہ کو
دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”جی ہاں! ہے۔ اور وہ یہ کہ میں انشاء اللہ
سبحان کو تمام بُری عادات چھوڑنے پر مجبور کر

دوں گی۔“
ساثرہ نے بڑے عزم سے کہا اور ماں نے
اپنا سر پکڑ لیا۔
”جس شخص کو اس کے والدین اور بڑی زبرد
راہ راست پر نہیں لائے تھیں کیونکہ اس سے
بھلائی کی امید ہے۔“ ماں بگڑی۔
”مالا وہ بہت دکھی انسان ہے۔ جب وہ
میں تھا تو اس کے والدین نے زبردستی اس کی
شادی اس کی بھوپو زاد سے جو شخص چھوڑ
پٹی تھی کر دی۔ وہ اس کی بھوپو کی عمر میں
احتجاج کر سکتا تھا کیا مگر اس کی ایک نہ تھی

اپنی منکوہ کو نہتے پھیلتے دیکھتا تو اس کے دل میں
مزید آگ بھڑک اٹھتی کہ اس کا کیرئیر اس کی
تعلیم پر باد کر کے والی یہ لڑکی ہے۔ یوں اس کا
سکون غارت ہوا اور اس نے نشے میں اسے
پانے کی کوشش کی۔“
ساثرہ نے بتایا۔

”بس یہی قصور ہے اس کا۔! اور اسی وجہ سے
مجھے اس سے ہمدردی ہے۔“

”ہونہر! سکون قلب نشے میں نہیں ذکر الہی
میں ہے۔ یہ بات تو سمجھا دو اسے۔ اس پر بھی
اسے بے قصور سمجھتی ہو۔ اگر والدین نے ایک

چھوٹی سی غلطی کر ہی دی تھی تو ایسا کون سا عذاب
ہو گیا تھا۔ وہ چاہتا تو اپنی تعلیم کو جاری رکھ
سکتا تھا۔ مگر وہ تو جیسے ایسے ہی کسی بہانے
کی تلاش میں تھا۔ یوں اس نے تعلیم سے جان
پھیرا لی۔ اور دکان پر جا بیٹھا وہاں کھلے پیسے
کو دیکھ کر نشے اور دوسرے قبیح افعال میں
مبتلا ہو گیا۔ پھر بھی تم اسے بے قصور سمجھتی ہو۔
اور ایسے حق و کلاں انسان سے شادی کی
خواہش مند ہو۔! ارے آج اگر تمہارے آباؤ اجداد
ہوتے تو ایسی فدا کر کے دکھاتیں۔! مگر ایک



یہ وہ ماں کا تمہیں کیا ڈر؟ جس کے سر پر نہ شوہر کا
 سہا ہے نہ کوئی عزیز اولاد ہے۔ بھلا تمہیں اب
 کس کا ڈر؟ آخر کو بی بی اسکول بچے سے خود کمانی
 ہے اور ماں کا سہارا ہی ہوتی ہے، اہلکس مقام
 تک اسی ماں نے تمہیں پہنچایا ہے۔ جس کی اب
 تمہیں ذرا پرہیزگار نہیں رہی؟
 اب ماں نے رونا دھونا شروع کر دیا تھا۔
 "میں ایک ان بڑا اور جاہل عورت تھی۔
 تمہارے باپ کو مرے آتی پندرہ سال ہو گئے اور
 کیا چھوڑ کر مرے تھے وہ سب میرے خاں بے عرف
 پرکاش ہزار کی رقم اور پورا رزاق زندگی میں دے وہ
 رقم بھی تمہاری امانت رکھی اور غنت مزدوری کہنے
 لگی۔ سارا سارا دن اور ساری ساری رات مٹا
 کر جاتی کہ کر کے تمہارا اور اپنا بیٹا بلا تمہیں
 لکھا یا پھر ہانا تاکہ مال جیسی مجبور زندگی نہ گزارو
 اور اپنے پیروں پر کھڑی ہو جاؤ۔
 دن رات میں تمہارے اچھے مستقبل کے
 لیے دعائیں کرتی ہوں۔ اور شدید محنت کرتی ہوں
 کہ میری بیٹی اچھی زندگی گزارے۔ میں تو ساری اچھوں
 سے تمہارے اچھے مستقبل کے خواب دیکھتی تھی کہ
 خواب دیکھنا انسان کا بنیادی حق ہے۔ اور دنیا
 کے سب ہی لوگ سوتے جاتے خواب دیکھتے ہیں۔
 اور خوابوں پر کوئی اخلاقی یا قانونی پابندی نہیں
 ہوتی۔ لیکن ان کی تعبیر پانے کے لیے بہت کچھ
 قربان کرنا پڑتا ہے سائبرجیسے میں نے سائنسی
 موبائل اور اپنے دن رات کا سکھ تمہاری خاطر
 قربان کیا ہے تاکہ میری بیٹی اچھی اور بھرپور
 زندگی گزارے۔ مگر تم نے کیا بھائی بھائی
 بنایا ہے اپنے مستقبل کا جس میں ہر طرف اندھیرا
 ہی اندھیرا ہے اور روشنی کا کوئی گز نہیں۔ بولو
 ایک لکھی اور کم پڑھے لکھے رٹے کو میں کیسے
 تمہارے مقابل بنیادوں۔ بولو!
 اور رٹا کیا؟ مرد کو بولا کہ بھئی ہے اس
 کی اور دو بیٹے بھی۔ مگر یہ نہیں کچھ نظر نہیں آتا۔
 کہ اس کم بخت محنت نے تم سے آنکھوں کی روشنی
 چھین لی ہے اور تمہیں اس شخص کی کوئی خامی

نظر نہیں آتی۔ اس پاس کے لوگوں کی اس شخص
 کے بارے میں اچھی رائے نہیں مگر تمہارے
 کان بند ہو چکے ہیں۔ اور تمہاری بھاری تہذیب
 ایسے میں کوئی بھی نصیحت تم کو فہم نہیں ہو سکتی ہو۔
 مگر تم سنو یا نہ سنو۔ میں ضرور کہوں گی
 کہ یہ سبحان نامی شخص تمہارے لیے ایک مڑا بن
 جائے گا۔ اور تمہاری زندگی برباد کر دے گا اور
 تم سکھ کا سانس لینے کو نہ دوں گی۔ وہ تمہاری زندگی
 اجیرن کر دے گا کیونکہ اس مندر سے باز آ جا۔ اگر
 نے جیسا تو میں تمہارے لیے یہ زمانہ سے اچھا لڑا
 تلاش کروں گی۔ جو نہ صرف خوب صورت ہو بلکہ
 خوب صورت بھی ہو گا۔ اور جس کے سر پر نہ
 لیے سکون والی زبان بھی ہو گا اور خوش حالی بھی ہو گی۔
 مٹی اور محنت بھی۔
 ماں کا انداز ایسا تھا جیسے منت سماجت سے
 اپنے بچے کو بلاتا تھا۔ وہ تین سالہ بیٹی ہوئی
 مگر سائبرجیسے تھی۔ جو نے کھلونوں کا کمر کر
 اپنی مندر سے باز آ جا۔ وہ تین سالہ بیٹی ہوئی
 تھی۔ اور پانچ سال سے ایک اسکول میں سرور
 کر رہی تھی اور تقریباً سارے تین ہزار روپے
 ماہوار کمانی تھی۔ لی۔ اسے بلایا کر کے بے پردہ
 اسے اپنے ہی شہر میں گورنمنٹ میڈیکل کالج
 تھی اور ماں اس سے بے حد خوش تھی۔
 ایک ماہ سے سائبرجیسے نے ماں سے سبحان کی
 بابت بات کی تھی جو اسی کے اسکول میں لکڑی
 تھا۔ سائبرجیسے شکل و صورت کی لڑکی تھی۔ اور بھتی
 سے سبحان کی شکل کا اچھا تھا۔ اسے آپ سر پہن
 یہ نوجوان جانتے کہ اس کے دل تک رسائی یا کیا
 تھا اس کا علم سائبرجیسے کو بھی نہ ہوا۔ ہاں شاید رفتہ
 رفتہ اس کی محنت میں گرفتار ہوئی تھی۔ وہ جس ریت
 تھی اور سبحان ایک خوب رو نوجوان تھا اور بات
 صرف اتنی تھی کہ ان دونوں کو بھی پتہ نہ تھا وہاں
 آیا تو لوگ سبحان سے اس کی خیریت پوچھ رہے
 تھے۔ اور سائبرجیسے حیران تھی۔
 "کیا بیمار ہے ہو سبحان بھائی؟"
 سب ہی پچھرتا اسے سبحان بھائی کہہ کر

بیکارتی تھیں۔ سائبرجیسے سبحان بھائی کہہ کر لوگوں
 کی دیکھ کر بھی احوال پوچھتا تھا۔
 مگر جواب میں سبحان نے عجیب شکوہ بھری
 نگاہ اس پر ڈالی تھی کہ سائبرجیسے اسکول کو ہماری
 بیماری کی خبر تھی اور تو پوچھتی ہو کیا بیمار ہے
 ہو؟ جانے کہ بھیر میں اس کی آنکھوں کے مندر
 میں شکووں سے بھری یہ عجیب بھریا کیسے سائبرجیسے
 کے دل کو بھی ڈالوں گے کہ نہیں۔
 "مجھے خبر نہ تھی ماس لیے پوچھا ہے کہ؟"
 "جی ہاں۔ میں بیمار رہا ہوں۔ تقریباً پندرہ
 دن۔ اسی لیے اسکول نہ آ سکا تھا۔ وہ بخیر ہے
 بولا تھا۔
 "اوہ ویری سوری۔ اب کیا حال ہے؟"
 "پہلے سے بہتر ہوں۔ سبحان نے کہا تھا۔
 پھر آتے جاتے جب بھی کسی کام سے سبحان
 سے سامنا ہوتا تو جانتے اس کی نگاہوں سے
 لگتی تھی کہ کسی تپش تھی کہ سائبرجیسے کو بھی بلا جاؤ اپنا
 دل چھٹا سکھوں ہونے لگا تھا۔ ایسے میں اسے
 یوں محسوس ہوتا جیسے سبحان کو وہ پہلی بار دیکھ
 رہی ہو یا یہ کتنا آج تک اس کی اپنی محنت تھا
 میں بھیجی رہی تھی جسے ان کو بھی آنکھوں نے
 یک دم محنت کے آجائے جس سے وہ بول۔ وہ
 سبحان کی آنکھوں میں پیار۔ اور اگلا وہ صاف
 دیکھ رہی تھی۔ اور ان پر اعتبار بھی کرتی جا رہی
 تھی۔ سبحان کی آنکھوں میں محنت کی نرالی جگہ
 تھی۔ سائبرجیسے نے سائبرجیسے کے جیسے پر اس کی
 تپش تھی کہ وہ کھوسو جاتی تھی کہ اس کے
 لبوں کی مسکراہٹ دیکھنے کو ہر وقت سائبرجیسے
 کا دل چلتے لگا تھا۔
 سر دیوں کا موسم تھا۔ دھوپ میں بیٹھنے
 کے بہانے آشرانی کلاس یا کمرہ کے کونے میں لگانے
 لگی تھی۔ سائبرجیسے سبحان کا آفتاب تھا جس کے
 دروازے پر آشریہ پردہ پڑا رہتا تھا۔ کمرے
 وہ پردہ بھی انصافاً سائبرجیسے کا رہتا تھا۔ اور وہاں
 محنت بھری نگاہوں سے ایک دوسرے کو چھری
 بندری نکلتے رہتے تھے۔

سائبرجیسے کی کوشش تھی کہ اس کی اس پہلی محنت
 کی کسی کو خبر نہ ہو مگر اس کی وارفتگی اس کی تلاش
 کی لڑکیوں سے چھپی نہ رہی، تب تلاش میں
 چھپکھپکیاں ہونے لگیں اور بات پچھرتا تک بھی جا
 پہنچی تو اس کی باتے تاہوں کو روکنا کے خوف
 نے قدرے کم کر دیا۔ اور عزت کے خوف سے
 اب وہ لڑکے کے کمرے کی طرف دیکھتے ہوئے
 بھی ڈرنے لگی۔
 اور تب اسکول کے بجائے اسکول کے
 باہر سبحان سے ملاقاتیں ہونے لگیں مگر تلاش
 کی لڑکیوں اور پچھرتا کی نگاہ میں عجیب حقیر سی
 آمدنی تھی۔ اور اس چیز کو سائبرجیسے خدمت سے
 محسوس کرتی تھی۔
 "تمہاری حاجت نے مجھے پورے اسکول
 کی نگاہوں میں لگا دیا ہے سبحان۔ پتہ کچھ کرو
 ورنہ میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہوں
 گی۔"
 "تم اچھی طرح جانتی ہو سائبرجیسے میرے ہاتھ
 میرے والدین نے آج سے دس سال پہلے
 باندھ دیے تھے۔ میری پوری میرے باپ
 کی سگی جاتی ہے اور وہ بھی اس پر سوکن
 نہ لانے دے گا۔"
 "کیا مطلب۔ آج جب کہ تمہاری محنت کے
 سہارے میں بھی تمہیں اپنی نس میں بسا
 جاتی ہوں تو تمہیں اپنے آبا کا خوف لاحق ہو
 گیا ہے۔ کل جب تم نے مجھ سے اظہار محنت
 کیا تھا۔ کیا جب والد کا کوئی خوف نہ تھا تمہیں۔
 اور جبکہ میں بھی تمہاری محنت میں کھٹول تک
 ڈوب چکی ہوں اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تمہیں
 پانا چاہتی ہوں تو تم بہانے ڈھونڈنے لگے
 ہو۔"
 وہ ایک دم گرم ہو گئی تو سبحان پھر ہنس ہنس
 کر اسے شانت لگا۔
 "میں کسی بات سے فکارتی نہیں ہوں جیہاں
 یقین کر دو تم واقعی میری برسیوں کی تلاش کا نتیجہ ہو
 اور تم میں بھی اندھیرا ہوں۔ دیکھو سائبرجیسے

تم جو میرے سپنوں کی رانی ہو۔ میری زندگی کی اولین خوشی ہو۔ بلکہ میری زندگی کا حاصل ہو۔ یقین کرو، میں بھی دن رات تمہارے اور اسے ملنے کے حسین و کمال سے دیکھتا رہتا ہوں کہ تم ہم ایک جہت تھے قریب قریب بیچے کر دھروں باتیں کر رہے تھے۔ اگلی۔ کوئی وقت کسی کے دیکھنے کا خوف سوار رہا ہے تم پر۔ مگر خدا نے جانا تو وہ دن ضرور آئے گا۔ جس کے تم سے دیکھنے کے لیے۔ دیکھ لیتا ایک دن ملن کا موسم ضرور آئے گا۔ پھر کسی شک کا کوئی خوف نہ رہے۔ حاصل ہو گا۔ اور نہ ہو گا۔

مگر کب؟ یہی تو میں پوچھتی ہوں کہ وہ دن کب آئے گا؟ مجھے دوسرے سبب سے سبب سے کہیں تم کو کب کھو نہ بیٹھوں اور کتابوں میں رکھا ہوا سونگھ چھو بن کر نہ بچھ جاؤں۔ ایسا نہ کرنا سبب ایسا نہ کرنا ورنہ میں بھی نہ سکوں گی۔

سبحان سے مل کر اس شام وہ فامی افسردہ سی گھر لوٹی تھی۔ اور اتنا اس کی اور سیوں کو اب کہنے لگی تھیں۔ اور ہر وقت اسے نصیحتیں کرتی رہتی تھیں۔

اس قریب سے نکل آؤ گی! کیوں اس شرم میں اپنی اور میری آبرو کا جنازہ نکالنے لگی ہے۔ یہ جنت وغیرہ آج کل فیشن بن گئی ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جنت تو امر بیل ہوئی ہے اور جہنم دشت پر چڑھ جالی ہے وہ سوکھ جاتا ہے اور ایک دن ختم ہو جاتا ہے۔ بھی تو نے موت کی امر بیل پر عزت، اطمینان اور خوشی کے بھول لیتے دیکھے ہیں؟ بول جواب دے۔

امق روٹی! اس بیل پر بیشہ روتی اور پشمانی کے شگوائے کھلتے ہیں۔ دیکھ لیتا ایک دن تو بھی بہت کچھ کھائے گی۔ بہت کچھ کھائے گی۔ کیونکہ تم اس کم بخت سے جنت نہیں کر رہیں مگر رسوائیوں کا ہر پل رہی ہو۔ اور ایک سرافکندہ رہی ہو۔

اتنا! خدا کے لیے خاموش ہو جاؤ۔ میں پہلے ہی بہت ڈر رہی ہوں!

جو رات تم نے چنا ہے، اس میں دو پریشانی کے علاوہ تم پاؤ گی بھی کیا۔ میرے ہزار روکنے کے باوجود تم اس بد بخت سے میل جول بند نہیں کر رہے۔ ایسی باتیں نہ بڑھ دوں جو تمہیں نہیں چاہتے۔ تمہارا اتفاق ہے، وہاں بھی جلد ہی لوگوں کو تمہارا اور سب کا رشتہ معلوم ہو جائے گا پھر دیکھنا لوگوں کے عجیبے ہونے امت کے دو رنگے تم پر کیا آفت ڈھائیں گے تم نہ چھپائے پھر دو گی۔

اور وہ شکستہ قدموں سے میری اماں تک گئی اور ہاتھ جوڑ دیے۔

کیا تم نہیں جانتیں کہ میں کھڑکی کے اندر سے یہ مجھے محاف کر دو۔ اور سکون سے بیٹھ دو۔

مگر نہیں آؤ گی تو اور کہاں جاؤ گی؟ بولو۔ اتناں کے چہرے پر ہم کی جھیلیاں نہ کھینچیں۔

اگر تم میری اس سے بھی زیادہ کوئی غلط قدم اٹھانا نا تو خدا کی قسم مجھے ضرور نہ کھینچا۔ میں نکل کر دوں گی کہ تم میرے ساتھ میری بدنامی کی یہ خاک نہیں ڈالتے دفن کی نہیں۔

ایسا کچھ نہیں ہو گا اماں۔ خدا اپنے جانا تو میں جب بھی اس گھر سے جاؤں گی بنا دے گی رضامندی سے جاؤں گی۔ سارے گھر میں کراہا اور اپنے کمرے میں بیٹھ گئی۔

واقعی انسان حقیقت سے کب تک لگا نہیں چلا سکتا ہے۔ اندر ہی اندر سارے بھی اپنے لیے پھر تباہی پھیلتی تھی۔ آخر کب تک وہ اپنی آنکھیں بند رکھ سکتی تھی۔ سبحان کے شادی سے انکار کو وہ اب کچھ بھی تھی کہ وہ محض اسے ٹال رہا ہے ورنہ وہ اپنے بیٹوں پر کھڑا ہے اسے والدین کا کیا ڈر ہو سکتا ہے۔ اصل میں خود وہی نہیں چاہتا کہ یہ شادی ہو۔

آج کل سارے کافی لوگ اس دلوں رہنے لگی تھی۔ اسکو مل دو سیل میں ہیں بس نگہت اور میں روزیہ نہ کر اسے لٹا دیتے اب وہ اسے پسند نہیں کرتی تھیں۔ وہ حسب معمول ان میں جا کر بیٹھتا ہوا تھی

اور پہلے کی طرح گپ بازی سے محفوظ رہتا ہوا تھی مگر جانے کیوں دونوں بچہ راز سے قریب دیکھ کر ایک دوسرا بددیہی کسی نہ کسی کام کے بہانے اٹھ جاتیں۔

گو یا میرا سوشل بائیکاٹ شروع ہو چکا ہے! اور تحقیر و لعنت کے ڈونگے برساتا شروع ہو گئے ہیں۔

روکیاں بھی کلاس میں اب ڈرتی نہیں تھیں۔ اور نہ تو جیسے میری بات سنتی تھیں۔ گویا اتنا ٹھیک کہتی تھیں۔ کہ محبت کی امر بیل پر ہمیشہ رسولانہ دنیا کی اور نہ امت و شیعائی کے بھول کھینچتے ہیں۔ کہ سبحان کاش میں نے تم سے محبت نہ کی ہوتی کہ شادی جنت میں میرے دل کی درخواستیں اب روک کر بن جاتی۔ تم نے تو محض دل لگی کی تھی نا۔ تب ہی تو میں لوگوں کے ملتے جلتے منہ پر ہر ہی ہولناکی تمہارے اتفاق کے سامنے دھونڈ رہے ہو۔ مگر کیا تمہارے ہونے والے جو تم سے اپنی محبت کر بیٹھا ہے کیسے تمہاری اس سے نفی اور کچھ ادائی کا دیکھ رہا ہے گا۔ تمہاری وجہ سے میں لوگوں کی نگاہ سے گزر گئی ہوں۔ میری سیدیاں اس قدر سرد ہو رہی ہیں کہ میں ان سے بھی کچھ نہ کہہ سکتا ہوں۔ وہ مجھ کے لیے بھی مجھے برا بھلا کہہ رہی ہیں۔ ہاں دور کھڑی ہوئی آنکھوں ہی آنکھوں میں غور کیا کہتی رہتی ہیں اور پھر تحقیر بھری مسکراہٹ سے مجھے دیکھ کر لٹکا چھیر لیتی ہیں۔ اور سبحان تمہاری وجہ سے تمہاری جاہ کی خاطر میں کیا کچھ نہ لٹکتا کر رہی ہوں۔ مگر شاید محبت اتنی اہم چیز نہیں ہوتی جتنی ہم نے سوچ لی کہ میں کچھ لیتی ہیں۔ شاید واقعی ایک اونٹ سے ہونے کو تم جنت کا نام دے کر اتنی اہمیت دینے لگے ہیں کہ تم تو دل پرالے گھر سے گھاؤ لگنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اگر ایسی محبتیں۔ اعلا و ارفع جذبہ ہو تو لوگوں کا رویہ ایسا کیوں ہوتا جھلا۔

سارے رات بھر سوچتی رہی۔ لوگوں کے دیکھنے اور اتناں کی نصیحتوں اور سبحان کے ہاتھوں سے راتوں کی نیند بھی چھین لی تھی۔ جہانے سختی رات

گزر چکی تھی مگر آنکھوں میں نیند کا شائبہ تک نہ تھا۔ جتنی کہ مجھ کی افلاں ہوئے لگی۔ اس باس کی مسجدوں سے وقفے وقفے سے وہ افلاں کی آواز سنتی ہوئی سونے کی کوشش کرنے لگی۔

اتناں کچھ دیر بعد نماز کے لیے اٹھیں۔ اور نماز کے بعد سارے کے لیے عرا و متعمر پر پڑنے کی دعا مانگا رہی تھیں۔

اسے پروردگار! میری بے باب کی بچی کو راہ راست دکھا مولا! اور یہ جس راہ پر چل نکلی ہے اس راہ سے اسے ہٹا دے! اس لڑکی کی آنکھوں پر بندھا اس سے پودہ جنت کا پرودہ جاک کر دے تاکہ وہ حقیقت کو پا سکے کہ اس قسم کی محبتیں سولے بدنامی رسوائی کے کچھ نہیں دیتیں۔ سبحان جیسا شخص اس سے محض ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ بات میری بچی کے دل میں بھی ڈال دے مولا تاکہ وہ اس گمراہی سے بچ جائے جو میرے اور اس کے چہرے پر سایا پھیرنے والی ہے۔

با آواز بلند گئی اتناں کی یہ دعا وہ بھی سن رہی تھی۔ اور اسے اتناں پر ترس بھی آ رہا تھا جس نے آج اپنی گمراہ لڑکی کا مقدر خدا کے حضور پیش کر دیا تھا اور اس کی مدد چاہی تھی۔ اسے کاش اتناں۔ میں نہیں اس مقام پر لاکر لوں مجبور نہ کرئی۔! لکھ بھر کے لیے سارے کو خود اپنے وجود سے نفرت محسوس ہوئی۔ مگر ہر سکول جانے کی تیاری میں وہ مصروف ہو گئی۔

اسکول جا کر آفس میں حاضر رہنے لگانے کے بعد وہ آفس کی جانب گئی بھی نہیں۔ اگر اس شخص کو میری ضرورت نہیں تو مجھے بھی اس کی خواہش کو دل سے نکالنا پڑے گا! وہ سوچتی رہی۔ اور جس جگہ سبحان ہو گا وہاں سے گزرنا بھی نہیں اس نے فیصلہ کیا۔ اور پھر وہ کئی ہفتے خود پر ضبط کے بہرے بٹھائے رہی۔ مگر تنخواہ والے دن پھر آئے آفس کے سامنے کھڑک کے کمرے سے گزرنا پڑا۔

کیا بات ہے۔ کیا فضا ہو چکے سے؟

اپنے دفتر میں سائبر کو اکیلے دیکھ کر وہ بولا۔
 "جی نہیں۔ مجھے کسی سے ناراض ہونے کا کوئی شوق نہیں۔ اور خبردار مجھ سے خاتوحم کی باتیں آئندہ مت کرنا۔"
 تب ہی مسز بلتیس کو اس کی طرف آنے دیکھ کر وہ جلدی سے اس کے کمرے سے نکل گئی۔ اور اسی دوپہر بھی اس نے وہ دیکھ سائبر کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔
 "جپ منزل ایک نہ ہو تو راستے میں مڈا کر لو۔ اتنا لے نہیں میرے ساتھ آتے دیکھ لیا خدا کی قسم وہ بہت سے عزت کریں گی۔"
 "وہ بزرگ ہیں میری۔ ان کی بیوی بے عزتی سے میرا کچھ نہ بگاڑے گا مگر تم سے یہ کس سے کہا کہ ہماری منزل ایک نہیں ہے۔ کیا کوئی اور مل گیا ہے جو یوں اگڑی اگڑی باتیں کر رہی ہو؟ اتنا عجیب لب و لہجے میں اس نے کہا تو سائبر کو لگا جیسے اس نے قبضے بازار میں اس کے سر سے چادر اتار دی ہو تب وہ یکدم قہقہے میں آگئی اور بولی۔
 "اگر مزید ایک لفظ بھی اور کہا تو اسی بازار میں تمہارے سر پر وہ جوئے لگاؤنگی کہ یاد کرو گئے۔"
 "اور ہو۔ بلاخر وہ ہے جی گوری کا۔ وہ بازاری لہجے میں بولا۔ مگر مجھے معلوم ہے تم الیا نہیں کر سکتیں۔ سو کہ آج میں تمہارے گھر تمہاری امان سے واقعی شادی کی بات کرتے جا رہا ہوں۔ وہ ہنس ہنس کر تباہ ہوا تھا اور سائبر بھی ہنسی سے اسے دیکھ رہی تھی۔
 "یوں کیا دیکھ رہی ہو؟ سو فیصد سچ کہہ رہا ہوں کہ آج میں واقعی شادی کی بات کرنے جا رہا ہوں اور کوئی بھی لڑکی اپنے من چاہے ساقی کو ایسے مو قع پر جوتے نہیں لگا سکتی۔ بلکہ۔
 "بلکہ کیا؟ کیا تمہیں ایسی بات خود کرتے شرم نہ آئے گی۔ اور اتنا تمہاری بات پر یقین کب کریں گی۔"

وہ لمحہ بھر میں ساری فطرتی جھول کر آئی پرانی لگاؤ سے بولی۔
 "یقین تو انہیں کرنا ہی ہے کہ لاکھ ہزار ہمارے ہماری تمہیں دو سہری شادی کی اجازت کم کر دی دیتی ہیں تم اتناں کو میری مجبوریاں باپ کی ہوں لہذا میرا آٹا ہی انہیں کافی سمجھنا چاہیے۔ اور۔
 "جی نہیں تمہاری بات کو وہ کوئی اہیت نہ دیں گی جب تک کہ تمہارے والدین خود یہ بات نہ کہیں گے۔ اور۔
 "اب اتنی مت پھیلو تم اگر میرے والدین کی رضامندی کا ہی انتظار کرنا چاہتی ہو تو لکھو تو وہ قہقہے تک اپنے مزے سے یہ بات نہیں کریں گے۔
 "اور اتنی تمہیں میرا ساتھ چاہیے تو یہ شادی بس سادی سے ہوگی۔ اور تمہیں میری سیب کا بھی اندازہ ہے۔ سو یہ ہزار امان کو دیتا ہوں خیرے کا باقی ایک ہزار روپیہ بھی دے گا۔ کیا اتنے میں گزرا نہ کر لوں۔ جس میں میرا عیب خیر بھی ہو گا۔
 "اور وہ اثبات میں سر ہلا کر مسکادی۔
 "گھر سامنے تھا اس نے آج یوں بے اعتماد سے دروازے پر دستک دی اور اس سے کہا۔
 "تم تھوڑی دیر میں آنا۔ اتناں کو بڑا محسوس ہو گا۔ اتنے میں اتناں سے بات بھی کر لوں گی۔
 "وہ تھوڑا مسکرا کر بولی تو وہ جی نہیں کر پٹنے لگا۔
 "سامنے والے ہوٹل میں بیٹھا ہوں ٹھیک آدھ گھنٹے بعد تمہارے دروازے پر دستک دے گا۔
 "اس نے وکٹری کا نشان بناتے ہوئے کہا اور گلی میں واپس بیٹھ گیا۔
 "دروازہ کھلا اور وہ جلدی سے گھر میں آگئی۔ اتناں نے حسب معمول اسے سر سے پاؤں تک دیکھا تو وہ مسکرا دی۔
 "کیا بات ہے۔ آج تو کھلی پڑتی ہو۔ ایسا کیا خزانہ مل گیا؟
 "خزانہ ہی ہے اتناں۔ وہ چادر اتار کر اتناں

پٹ گئی۔
 "کیا مطلب؟ اتناں حیران تھیں۔
 "اور اس نے خواہ اتناں کی تھیلی پر رکھ دی۔
 "یہ تو ہر مہینے دیتی ہو۔ اس ماہ تنخواہ خزانہ کیونکر بن گئی؟ اتناں نے کمرے اندر میں پوچھا۔
 "اس لیے کہ اس ماہ تنخواہ کے علاوہ آپ کو کچھ اور بھی ملنے والا ہے۔"
 "وہ تھوڑا جھجک کر بولی۔
 "کیا مطلب۔ صاف بات کرو۔"
 "اتناں بھان شادی کی بات کرنا چاہتا ہے۔ تم سے۔ وہ سر جھکا کر رہ گئی۔
 "کیوں کیا والدین نہیں ہیں اس کے۔ ہاں۔ کوئی کارنی دینے والا تو ہو ایسے شخص کی نہیں نہیں یوں یہ رشتہ نہیں ہو گا بھی نہیں اتناں واقعی اپنے میں بولیں تو وہ چڑھ گئی۔
 "خدا کرے کہ تو وہ راز راست پر آئیے اور اب تم سانسو بکا رہی ہو۔ یعنی اس کے والدین بھی کسے دوسری شادی کی اجازت نہیں دیں گے۔ وہ بلا اجازت یہ کام کر رہا ہے۔ اس لیے۔
 "کیا مطلب؟"
 "اس لیے کہ اپنی تمام ذمہ داری تمام کارنی بھی وہ خود دے گا۔"
 "اس کی ضمانت پر تمہارا دل مانے تو مانتے ہیں۔ یہ رسک نہیں لے سکتی۔ جو شخص والدین اور اپنے بڑی بچوں سے دعا کر رہا ہے تم سے وفا وار کیسے دے گا؟"
 "اتناں! مجبور ہیں۔ وکٹری میں آدمی کی کچھ کہا کر۔ دیکھو اتناں! وہ ہیں۔ سامنے ہوٹل میں بیٹھا ہے۔ اور ایسا ہی جانتا ہے اس نے خدا کے واسطے اپنے دل کے تمام حقائق شکار اس کی بات سن کر۔ پلین اتناں۔
 "اور اتناں نے کہا جاتے والی نگاہ اس پر ڈالی۔ تب ہی دروازے پر دستک ہوئی تو سائبر بھی دروازے کو دیکھتی تھی اور بھی اتناں کو۔
 "کیا دروازہ نہیں کھولو گی اتناں۔ وہ باہر

کھڑا ہے۔
 "جب ساری باتیں خود سے کریں تو دروازہ بھی خود ہی کھول آؤ۔"
 "اتناں انتہائی فحش زوہ لہجے میں بولیں۔
 "اور جب وہ دروازہ کھولنے جا رہی تھی تو اتناں کے لبوں پر یہ بدو ما تھی۔
 "اسے کاش یہ لڑکی پیدا ہوتے ہی مر جاتا! میں اتنی ذلت تو نہ دیکھتی۔"
 "اور جاتے یہ وقت کا کون سا لوتھا کر دیکھ کی ہر آن کے دل کو حیران ملی گئی۔ اور اگلے لمحے ان کا ہاتھ اپنے دل پر تھا۔ اور وہ تخت پوش پر ایک جانب کو جھکتی جا رہی تھیں۔
 "دروازے پر سبحان ہی تھا۔ سائبر نے اس کی آواز سن کر دروازہ کھول دیا۔ دروازے پر سائبر کو دیکھ کر وہ لمحہ بھر کو مسکرایا تھا مگر اگلے ہی لمحے وہ تخت پوش کی جانب بھاگ پڑا تھا۔
 "وہ بھی حیران سی بیٹھی تھی۔ کہ وہ اتنی بے تکلفی سے بھاگ کر اتناں سے ملنے گیا تھا۔ اور اس سے پہلے کہ وہ اتناں تک پہنچتی۔ اتناں سبحان کی بانہوں میں لڑھکائی تھیں۔ اور سبحان کے ہونٹ بھیچ گئے تھے۔ اور وہ کہہ رہا تھا۔
 "شاید مجھ سے اچھا نہیں کیا سائبر دیکھو۔ یہ غیرت مند عورت مر گئی ہے۔ مجھ نے اس سے بھاری کو مار دیا ہے۔"
 "اور سائبر کی آنکھیں بھیچی بھیچی رہ گئیں۔
 "اور اس کی زبان جو اتناں کہنا چاہتی تھی۔ بولنے سے لاچار تھی۔
 "سائبر۔ تمہاری مال مر چکی ہے۔"
 "وہ اتناں کو تخت پوش پر لٹا کر سائبر کو سنبھالنے میں لگا ہوا تھا اور بار بار کہہ رہا تھا۔
 "تمہاری مال مر چکی ہے۔ اسے ہم دونوں نے مل کر مار ڈالا ہے۔"
 "مگر وہ بے گانہ سی نظروں سے کبھی اتناں کو اور کبھی سبحان کو دیکھ رہی تھی۔ اس پر سکتے کی کیفیت طاری تھی۔
 "سبحان تیزی سے اسے بٹھا کر باہر کی جانب

بھگا اور محلے والوں کو خبر کی کہ سارہ کی دلہ
فوت ہو گئی تھیں۔ منٹوں میں سارہ کا گھر
لوگوں سے بھر گیا اور وہ ساکت بیٹھی دیکھ رہی
تھی۔ تب ایک عورت نے کہا۔
"ارے سارہ کو دیکھو وہ تو کتنے لکھتے لکھتے
یہ ہے۔"

تب بھی عورتیں اس کی جانب بڑھیں اور ان
میں سے ایک نالوث سے بھی میں بھاگ کر ایک قریبی
ڈاکٹر کے کلینک پر گئی۔

تقریباً دو تین گھنٹے بعد سارہ اسی عورت کے
رتھ واپس آئی۔ جس کی کو ان کے کسی عزیز کی خبر
تھی اسے اطلاع کر دی گئی مگر سارہ کی طبیعت
تھی۔

ایک خالہ اور دو چچا اسی شہر میں مقیم تھے
اور کثر ان کے ہاں آتے جاتے تھے۔ خالہ بلیہ
انہیں جانتی تھیں اس لیے ان کے گھر اطلاع
بجھوا دی گئی تھی اور وہ آپلے گئے بالی کسی کی
ان محلے داروں کو خبر نہ تھی۔ بے خبر تھی وہ ساری
دنیا سے بے نیاز بیٹھی ہیں بیٹھی بیٹھی آنکھوں
کے اماں کو دیکھ رہی تھی۔ خالہ سلمیٰ رحمان چچا
اور فرحان چچا دونوں نے اگر اسے بہت
سے اپنے ساتھ لگایا اور کسی وی مگر اس کی
حالت میں فرق نہ آیا تھا۔ پس ایک ٹمک اتناں
کے چہرے کو ٹمک رہی تھی جو بالکل خاموش
بستر پر لیٹی ہوئی تھیں۔ پھر ک اب اماں کو ہلادھلا
کر سفر آخرت کے لیے تیار کیا گیا اسے کچھ خبر
نہ ہوئی۔ خالہ سلمیٰ اور بیٹی فائزہ اور بیٹی مضیہ
آئے گئے کو سنبھالے ہوئے تھیں۔ وہی نہلاتے
اور کفن و دفن میں لگی ہوئی تھیں۔

اور جب جنازہ اٹھنے لگا اور عورتوں نے
اسے آخری دیدار کر لیا اور لوگوں میں خالہ سلمیٰ
کی جج و بیکار اور بیٹی فائزہ اور بیٹی مضیہ کی دلی
دلی تسکیناں کو نہیں تو یکدم سارہ کو بھی میسے
ہوش آگیا۔ وہ جو کھٹکھٹوں سے اماں کو غور سے
دیکھنے میں لگی ہوئی تھی یا علماں میں تک رہی
تھی اب یکدم اس کی آنکھوں میں ڈھیر دھیر غم

معاذ اس کی بہت عزت کرتی تھیں۔ اور وہ بخیل
رکھتی تھیں۔
"باجی! آپ خود کو بالکل تنہا نہ بھیجیں۔ آپ
آپ کے اپنے گھر اور یہ گھر بھی۔"
"فکر نہ کرو۔ اس نے بھی محبت سے دلوں
میں لوگوں کو ساقط کر لیا۔ اور مارے لشکر کے
انگوٹھوں میں آسمان بھرا کرے۔ دن اسکول اور
خالد سلمیٰ کی فیملی کے سہارے گزر جاتا تھا مگر
رات کو امتلا شہت سے یاد آتی تھیں۔ کیسے
میں اُن سے رو بھرا کر اپنی بات منوالیا کرتی
تھی ماں تھیں نا۔ اس نے میری تمام نیادیتاں
بھی برداشت کر جاتی تھیں، اور اب۔ اب اس
سے میں نہیں کروں گی کسی سے طوں بھلاؤں
کی۔ کون نانا اٹھا ہے گا ان کی طرح!
"یہی سوچتے ہوئے کئی اسی رات کو وہ جاتی تھی
اور نہ نہ آتی۔
اسے نہیں تے سبحان سے دوستی کر کے
یوں اس کو اتنا سنا یا کہ وہ جہان سے گزرتی۔
کیا انسان وہ کی شہریوں سے تنگ آکر نہ لیں۔
— مرحلت تھی۔ وہ دن رات خود سے سوال
کرتی۔ سنی بات یہ تھی کہ اب اس کا سبحان کی شکل
دیکھنے کو بھی جی نہ جاتا تھا۔ وہ سچ سچ اسے اور
اس کی محبت کو اتنی مائل کا قائل کبھی بھی تھی مگر
اب وہ جتنا اس شخص سے جتنا چاہتی تھی سبحان
انسانی اس کے لیے پاگل ہو رہا تھا۔
"کیا ہو گیا ہے تمہیں۔ جیب سے تمہاری سال
نکوت ہوئی ہیں تمہارے تو جذبات بھی مر گئے
ہیں۔ کیا اب میں نہیں اچھا نہیں لگتا؟"
"ہاں۔ واقعی اب تم مجھے اچھے نہیں لگتے کاش
میں تمہارے لیے آتی بند ہاں نہ ہوتی۔ تو خالیہ۔
یوں چپ چاپ میری امتلا نہ مریں۔
وہ رو پڑی۔
"سب احمقانہ خیالات ہیں تمہارے۔ وہ
انسان کو جتنا وقت خدا کی طرف سے ملتا ہے وہ
اس وقت سے زیادہ یا کم ایک پل بھی جی نہیں سکتا
وہ اپنے وقت پر کبھی جیسا ساثرہ انہوں نے

ہے تو کیوں؟ کیا تم نے کچھ وعدے وغیرہ کر لئے ہیں اس سے؟

وہ بھی کیا تھا وعدہ مگر جب سے امتاں فوت ہوئی ہیں یہ مجھے بڑا لگنے لگا ہے۔ گویا ابائی وفات سے پہلے یہ شخص تمہیں اچھا لگتا تھا اور آج اس کی موت نالیند تھا۔ کیا ایسا تو نہیں کرتے؟ وہ تو ان سے خود اپنی راہ کا لٹا صاف کر دیا ہو اور۔

وہ نہیں نہیں۔ خدا کی قسم ایسا نہیں ہے۔ کیا میں اپنی مال کو تسکین دے رہی ہوں۔ وہیج بڑی۔

تو جب آیا اس شخص کو زندہ نہیں کرتی تھیں تو میں بھی کیونکر اسے زندہ کروں گی۔ بولو جی دو۔ اور اس سب کے باوجود وہ میرے گھر میں چلا آیا تو کیسے؟ صرف تمہاری جانب سے حوصلہ مند تھا۔ اس لیے نا لیکن اگر تم اس کی ہونا چاہتی ہو تو بخوشی ہو سکتی ہو مگر جس طرح آپ امر نہیں۔ اسی طرح میں بھی تمہارے لیے جیسے جی مر جاؤں گی۔

خالد سلی نے کہا اور تیزی سے باہر نکل گئیں۔ اتنی جتنی سے انہوں نے اپنا رشتہ توڑا تھا۔ کدو دم خود بھی درد خال کہتا جا رہی تھیں اسے شہر سے اسے سب یاد تھا۔ اب کیا کروں؟ خال نے تو کہہ جبر میں فیصلہ کر لیا ہے اور اتناں کے بعد یہ میری آخری پناہ گاہ ہے۔ نہیں نہیں خالہ تو ماں کا دم بدل ہیں۔ اب میں انہیں نہیں چھوڑ سکتی۔ اس نے تو مجھ میں فیصلہ کر لیا اور اس کے لیے وہ سچاں کو فون کر رہی تھی۔

جب میں نے تم سے کہا تھا کہ اب تم مجھے اچھے نہیں لگتے تو خالہ کے دروازے تک مجھے بدنام کرنے کیوں مجھے آئے تھے؟ کان کھول کر سن لو اب میرا تہاڑا ساتھ کسی صورت ممکن نہیں ہے۔ لہذا آئندہ کبھی اس دروازے پر دست نہ ڈالنے مت آنا۔

وہ دہاں میں بدنام کرنے گیا تھا یا تمہیں عورت دیتے۔ حذر نہ تم جیسی لڑکیوں کو کون منہ کا لیند

کرتا ہے یاد رکھو تم نے میری بے عزتی کر کے اچھا نہیں کیا۔ اب تم کہیں شادی کر کے دیکھو تو تمہیں بتاؤں گا کہ سرخ رو لڑکوں کو گمراہ کرنے کا مطلب کیا ہے؟

وہ کیا مطلب۔ بیک میل بھی کرتے ہو۔ وہ بھی فون کو جو۔ وہ پھٹکارتی۔

ہاں کروں گا بیک میل۔ اور اسکول میں بھی اگر تم شکل دکھانا۔ تمہیں تو کرسی کرنا مشکل کر دیا گا۔

وہ نفرت بھری آواز میں پھٹکارا تو وہ سے فون پر ایک لمحے اور صدمے کی کیفیت سے لرز رہی تھی۔

یہ شخص تھا جس کی خاطر میں نے امتاں کی زندگی کو اچھڑا کر رکھا تھا۔ انہیں دن رات ایک عذاب مسلسل میں مبتلا کر رکھا تھا جی کہ اپنی رضامندی سے اسے اسے گھر کے اندر رکھ لے آئی تھی۔ جن کا اتناں کو اتنا دکھ ہوا کہ وہ فلیجر میں جان سے گئے گریں۔ وہ جو میری مدد کر رہی تھیں۔ انہیں میں نے اس شخص کی ہمت کی

بھیٹ چڑھا دیا تھا اور میری رشتہ انہوں اور بدنامیوں کی بات کرتا ہے۔ اور مجھے ایک نیا کر رہا ہے۔ وہ خداوند! ہم لڑکیاں کتنی احمق ہوتی ہیں کہ بھلے جذبات کو ہمت سمجھ جیتی ہیں۔ اس کا ش میری عقل پر۔ لوں پر وہ نہ بڑبڑاتا۔ اور میں اس کی آنکھوں سے جھپکتی ہوں کو ہمت کا نام نہ دیتی۔ تو آج میرا یہ انجام نہ ہوتا وہ پہل سی فون کو کھڑوتی ہوئی سوچ رہی تھی۔ یہی خال میں اسے سچاں کی شکل نظر آئی ہو۔ ہاں یہ میرا گونگا بہرا اندھا دل۔ اس نے مجھے ذلیل و خوار کر کے رکھ دیا ہے۔

اگر اس شخص نے اسکول میں مجھے بدنام کرنا شروع کر دیا تو میں کیا کروں گی۔ لوگوں کی نگاہ کے زاویے تو پہلے ہی بدل چکے ہیں۔ اور جب یہ شخص اپنے منہ سے میرے بارے میں اتنا سیدھا کہنے لگا تو کیا ہو گا۔

مارے دھشت کے وہ فون دھیں شیخ کے خالہ سلی کے پاس ملی آئی اور فون کے ٹکے سے لگا کر بڑی طرح سیکنے لگی۔

وہ آپ اور اتناں بالکل سچ کتنی تھیں خالہ۔ سچاں اس قابل نہ تھا کہ میں باکوئی بھی لڑکی اسے قابل ہمت سمجھتی۔ وہ قابل نفرت ہے خالہ سچ کتنی قابل نفرت ہے۔

یہ اور ان تہیں اچانک ہوا کیونکر؟ اسی کیلے مجھے میں خالہ نے پوچھا۔

اور وہ شرمساری ساری بات جیت بتانے لگی۔

وہ مجھے اسکول میں بدنام کر دے گا خالہ۔ وہ مجھے کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں ہو کرے گا۔

وہ بڑی طرح رو رہی تھی۔

اس طرح تو ہوتا ہے اس طرح کے کامیوں میں جس وقت غیر روکوں سے تعلقات بڑھاتی ہو اس وقت تم لوگوں کو کیوں یاد نہیں رہتا کہ ایسی گفتگوں کا اٹال کیا ہو گا۔

خالد سلی مجھ کے لیے مسلسل ڈانٹ رہی تھیں۔ اور ان کے ساتھ کے روئے دھونے کا کوئی اثر نہ ہو رہا تھا۔

اور وہ شرمندہ ہی ہر طرف چاہی بد وقت رہی۔

دوسرے کا کھانا بھی نہیں کھایا۔ پھر صبح کا بھی کھانا نہ کھا۔ اس نے سب روایتیں کی۔ اور پھر کون کو خالہ سلی کے ساتھ چلی آئیں۔

اب اس کے لیے بد وقت کا بھوت تھا۔ سر سے اس کا ہونٹ میں بھی کچھ غرض نہ تھا۔ خالہ کا وہی شہرہ چمک رہا تھا۔ سارے ہی روح تک چھینی ہوئی۔ اور ان کے لیے اس وقت سے لرزے ہو گئیں۔

ایک دوست ہے میری۔ بدنامی میں رہتی ہے اور اس کا چھوٹا بھائی وہیں اٹا مکا شہر میں سات ہزار روپے ماہوار کا ملازم ہے۔ سارے تمہاری اجازت ہو تو یہ رشتہ منظور کر لوں۔

اصل میں اس بے چاری کو تم بڑی طرح پسند آتی ہو۔ اور۔ نہیں اپنی ہونا چاہتی ہے۔ رونا اور اس کا خاندان میں ادا کیا بھالا ہے۔ اگر وہ میری بچیوں میں سے کسی کا انتخاب کرتیں تو میں بلا سوچے بچھے ہال کر دیتی۔ مگر بھئی رشتہ تمہارے لیے آیا ہے اس لیے تمہاری رضامندی ضروری ہے۔

بات تو عام سی تھی مگر سارے کو لگا جیسے خالہ اب بھی فتنہ کر رہی ہیں۔ گویا انہوں نے مجھے اب تک معاف نہیں کیا۔ وہ دنگی ہو کر ہونٹ چبانے لگی۔ کہو پھر تمہیں تو کیا جواب دوں۔ وہ کل پھر آئے گی۔

مجھے نہیں معلوم۔

تو پھر کون فیصلہ کرے گا۔؟ وہ برم نہیں خالہ سچ اب تک غما ہیں اور انہیں بتانا ضروری ہے۔ تب وہ دھیرے سے حضور الجا کو کھولا۔

شہر مار بولی۔ یہ فیصلہ آپ کریں گی۔

شہرندہ کو نہ کراؤں گی۔ ایسا نہ ہو میں اومع زبان دے دوں اور تم۔

آج میری خالہ ہیں ملگرا اب اتناں سے بھی بڑھ کر عزیز ہیں۔ اتناں سے تو منہ بھی کر لیتی تھی مگر منہ کا انجام میں جھپکت چکی ہوں اس لیے آپ مجھے نا بجا دریا بن گئی اب۔

اسے اللہ شہر اندر ہے بقیہ نہ دل ہی دل میں کہا اور پھر اسے معاف کر دیا۔

پھر جلد ہی شادی ہو گئی۔ اور وہ بیاہ کر کدیاں چلی گئی۔ شوہر سے جلد ہی اس کا وہیں تبادلہ کر لیا اور یوں سچاں سے سارے کا پیچھا چھوٹ گیا۔

